سراج الدین علی خان آرزو کی فارسی غزل

*ناھید کوثر　　**سیدہ فلیحہ زھرا کاظمی

Siraj ud din Ali Khan Arzu’s Persian Ghazal's

Naheed Kausar/ Dr. Syeda Faleha Zahra Kazmi

Siraj ud din Ali Khan Arzu’s period is simultaneous with the fall of the Mughals. The world knows him as a critic, linguist, grammarian none the less, he is an Urdu and Persian poet.His ghazals are a beautiful exhibition of Sabk e Hindi (Hindi Style(.In the underlying article, we are presenting some verses of Arzu's Persian ghazals and describe some of the characteristics of his poetry through his ghazals for the readers..

خلاصہ:

سراج الدین علی خان آرزو کا تعلق مغلیہ عہد کے زوال کے زمانہ سے ہے۔ دنیا انہیں نقّادِ سخن کے حوالے سے جانتی ہے اور ماہر لسانیات و ماہر دستور زبان بھی ہیں تاھم وہ اردو اور فارسی زبان میں شاعری بھی کرتے تھے۔ ان کی غزلیں سبک ھندی کا عمدہ نمونہ ہیں۔ زیر نظر مقالے میں ہم آرزوؔ کی فارسی غزل کے چند اشعار بطور نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کرکے ان کی شاعری کی خصوصیات پر بحث کریں گے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی بے توجہی سے شعر و ادب کی سرپرستی نہ ہونے کے برابر تھی اور بظاہر بازارادب سرد پڑتا جارہا تھا لیکن اس سرد بازاری میں بھی سراج الدین علی خان آرزوؔ جیسی شخصیت میدان ادب میں وارد ہوتی ہے اور اپنی فنکارانہ اور ناقدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نہ صرف فارسی زبان کے سرمائے میں اضافے کا باعث بنتی ہے بلکہ ہندوستان کے مقامی شاعروں کی فارسی دانی اور فارسی گوئی کا دفاع کرتی نظر آتی ہے اور بلاشبہ آرزوؔ نے اس ضمن میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ شاھد ماہلی لکھتے ہیں:

”امیر خسرو کے بعد سراج الدین علی خان آرزو جیسا جامع، صاحب کمال شخص ہندوستان میں پیدا نہیں

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ فارسی، لاھور کالج یونیورسٹی برائے خواتین لاھور** پروفیسر، صدر شعبہ فارسی، لاھور کالج یونیورسٹی برائے خواتین لاھور

ہوا۔۔۔وہ بیک وقت استاد، شاعر، مستند محقق اور صاحب نظر نقاد تھے۔ان کی منظوم اور نا منظوم تصنیفات کی تعداد ہر حال میں چالیس سے کم نہ تھی۔ان میں سات دیوان، چھ مثنویاں اور تنقید و تشریح و فرہنگ کی کتابیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ان کا تذکرہ مجمع النفایس خاصا مشہور و مقبول ہوا ہے۔"

"سراج الدین علی خان آرزو جوانی ہی سے شعر گوئی کی طرف مائل تھے اور عبد الصمد سخن سے اصلاح لیتے تھے اور اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے اسی وجہ سے بادشاہ کی جانب سے ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز تھے" (تلخیص عقد ثریا، 13:1968)

کشن لال لعل بدخشاں کو آرزو کے اشعار کے سامنے بے وقعت کہتا ہے اور زمین سخن کی شادابی اور گلشن ادب کی سرسبزی کو آرزو کی فکر رسا کا نتیجہ قرار دیتا ہے:

"از جواھر زواھر اشعار لعل بدخشاں را در خاک و خون نشانده و زمین گلشن سخن را از شادابی اندیشہ رسا سرسبز نموده دیوان کلانے ترتیب داده که در دیده انصاف بابیوت انجم پہلوی زند (همیشه بهار، 14)

آرزو کو شعر گویی میں مہارت تامہ حاصل تھی" در نظم قدرت بسیار دارد"۔(منتخب الاشعار، 1272: 38)

مقالات الشعراء کے مصنف کے بقول آرزو کی شاعری کا چرچا اور دبدبہ ہر چھوٹے بڑے پر تھا اور ان کی خوش اخلاقی اور خوش گفتاری بے مثل تھی۔

"طنطنہ شاعری او با اطراف امصار رفتہ و آوازہ سخن دانیش بگوش اکابر و اصاغر رسیدہ، در نکتہ فہمی و زبان دانی بے بدل و خوش صحبتی و خوش معاشی ضرب المثل بود" (مقالات الشعراء، 15:1968)

آرزو شاعر ہی نہیں تھے بلکہ شاعر انہیں اپنا استاد بھی مانتے تھے شاھد ماہلی کے بقول" یہ بات قابل لحاظ ہے کہ آرزو سے کہیں بہتر شاعر ان کو اپنا استاد مانتے تھے اور ان سے اپنے شعروں پر اصلاح لیتے تھے انند رام مخلص جو تیموری سلطنت کے بڑے عہدہ دار اور رئیس تھے اور خان آرزو کے سرپرست بھی تھے اپنے شعروں پر ان سے اصلاح لیتے تھے (سراج الدین علی خان آرزو ایک مطالعہ، 64:2004)

شاعری کی صلاحیت آرزو کو قدرت نے عطا کی تھی اور جیسا کہ ایک دانشور سے توقع کی جاسکتی ہے وہ اس خوبی پر پورے اترتے تھے۔ان کا انداز بیان، طرز گفتگو اور شاعرانہ خیالات ان کی انفرادیت کے شاہد ہیں۔انہوں نے نہایت خوبصورت اور ظریف زبان میں شاعری کے لباس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔۔۔۔ان کی غزلیں سلیس اور سادہ الفاظ میں فصاحت و کمال کا مرقع ہیں اور ندرت خیال اور آرایش جمال، واردات عشق و معاملات محبت میں بے مثل ہیں۔جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے انہوں نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اگر درجن بھر ہندوستانی شعراء کے کلام سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو

وہ ان کے پایہ تک نہیں پہنچ سکیں گے(احوال و آثار خان آرزو ، 1987:94:95)

آرزو کے دیوان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بڑی تعداد میں غزلیں لکھی ہیں اور ان میں آرزو کی فنکارانہ صلاحیتوں اور شعری استعداد کا اظہار ہوتا ہے۔

تنہا نسوخت سینہ ام از حسرت آرزو   از داغ عشق تا فلک ہشتمین پُراست

مضامین کے اعتبار سے آرزو کے ہاں تنوع اور رنگا رنگی نمایاں ہے۔ان کی غزلیات زبان و بیان کی تمام تر خوبیوں سے مزّین ہیں باوجود یکہ سبک ھندی میں شاعری کی ہے لیکن بے حد سلیس اور سادہ الفاظ میں دلکش اور فصیح انداز میں معانی بیان کرتے ہیں:

کوی یار است بود بخشش دیگر اینجا   کا سہ در دست گدا نیست بہ جز سر اینجا

آرزو تنہایی پسند تھے،گوشہ گیری اور کم آمیزی انھیں پسند تھی ان کے اشعار سے اس رویے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ گوشہ و ویرانہ انھیں کسی پریخانہ سے کم نہ لگتا تھا۔

ہر کہ تا گوشہ و ویرانہ رساند خود را   در حقیقت بہ پریخانہ رساند خود را

سکوت وخاموشی اسی تنہایی پسندی کے باعث آرزو کی پسندیدہ ہے اور وہ اسے اسم اعظم قرار دیتے ہیں :

بہ حرف و صوت می جویی عبث سرمایہ عزت   معما جز خموشی نیست اینجا محتسب آواز می گیرد

استغنا:

آرزو کو بہت سے شعرا اپنا استاد مانتے ہیں اور ان کی علمی قابلیت کے معترف بھی تھے۔ بادشاہ کی طرف سے ملک الشعرا بھی قرار دیا گیا لیکن اس سب کے باوجود ان کی طبیعت میں استغنا تھا ان کی نظر میں ذرہ و خورشید برابر تھے۔

در دیدہ او ذرہ و خورشید مساویست   آنرا کہ غم اندک و بسیار نباشد

ان کے بقول انہوں نے دنیا سے اپنا حصہ بہت کم لیا ہے۔ان کے نزدیک ذرہ بھی کوہ قاف کی مانند ہے۔

شد ز استغنا ی ما بی کار جود   خوش حنا بردست حاتم بستہ ایم
ذرّہ کوہِ قاف باشد پیش ما   بار ھستی این قدر کم بستہ ایم

مضامین عشق:

آرزو کے ہاں جذبات عشق و عاشقی،شوق و نیاز،تاثیرات عشق اور واردات عشق کا بیان ملتا ہے اور وہ انہیں نہایت آزادانہ ادا کرتے ہیں۔

عشق کی تاثیر ہی عجب ہے جو عاشق کی قسمت بدل ڈالتی ہے۔

می شود دست دی بر روی عاشق دست رد　　　بخت برگر دیده برگرداند از تاثیر را

اس مضمون کو آرزو بدل بدل کر بیان کرتے ہیں

معشوق کند از درو دیوار نمایان　　　در عالم خود عشق عجب شعبده باز است

بیکرانی عشق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آرزو ہی کا سینہ حرارت عشق سے تنہا سلگ نھیں رہا آٹھواں آسمان تک اس آتش عشق سے پُر ہے۔

تنہا نسوخت سینہ ام از حسرت آرزو　　　از داغ عشق تا فلک ھمشتین پراست

درس اخلاق:

آرزو کوئی معلم اخلاق نہیں ہیں نہ ہی انہوں نے کوئی فلسفہ اخلاق پیش کیا ہے لیکن وہ ایک پرسوز دل کے مالک ہیں اور اپنے اشعار میں کہیں کہیں اخلاقیات کا درس دیتے نظر آتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ شاہ ہو یا گدا اس سے مطلب نہیں ہے ہاں آدمی کو انسان ہونا چاہیے۔

مگویمت کہ گدا شو نہ این کہ سلطان باش　　　بشو ھر آنچہ شوی لیک قدری انسان باش

وہ کہتے ہیں کہ اگر تم میں صفت کریمی نہیں ہے تو کم از کم کریموں کی خدمت کرو

کریم گر نشوی خدمت کریمان کن　　　نمی توانی اگر چشم بود مژگان بود

آرزو دنیا کے نشے سے دوری کا درس دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ دنیا کا نشہ عارضی سا ہے اور بے فائدہ اور عبث بھی

کسی زنشاء دنیا ندید فایدہ را　　　بہ این شراب بود مشی خمار عبث

جدت ادا :

آرزو کے کلام کی ایک خوبی جدت ادا بھی ہے وہ بات کو ن اور منفرد انداز میں کہنے کا ہنر رکھتے ہیں اور نہایت دلاویز اور لطیف پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

گہی کا کل گہی زلف و گہی دستار می پیچد　　　بخود آن دبر پرکار من بسیار می پیچد

محبوب کے ابروؤں کا کیا کہنا جب کمان تھام لیتے ہیں تو تلوار ہاتھ سے چھوڑتے نہیں

ابروان یار اوستادند از فن خویش　　　تیغ را از کف نداند ارکمان برداشتند

محبوب کی نازک مزاجی کو کیا خوب بیان کرتے ہیں کہ وہ اتنا نازک مزاج ہے کہ اس کے کوچے سے بوئے گل بھی آہستہ گذرتی ہے مبادا اسے تکلیف نہ ہو۔

می رود آهسته بوی گل ز خود در کوی او آرزو از بس که افتاده است نازک خوی یار

ضرب الامثال ومحاورہ:

آرزو کی غزل میں ضرب الامثال ومحاورات کا عمدہ استعمال ملتا ہے مثلا

"ہر کہ درکانِ نمک رفت نمک شد"

در یاد ملیحی دل ما محشرشور است هر چیز که درکان نمک رفت نمک شد

"یک انار وصد بیمار"

مدام چشم بتان در پی دل خونینست به حیرتم چه کنم یک انار و صد بیمار

"نمک پاشیدن"

بالاکن آستین ز ملاحت سرشته دست برزخم کشتگان نمکی از عتاب است

"پنبہ درگوش کردن"

شکوفه دار حریفان جام می نوشند ز صبح پیری خود جمله پنبه در گوشند

"چاک دل رفو کردن"

نا یه به یاد آن لب خندان بهمدگر کوچاک دل به سوزن عیسیٰ رفو کنند

فلسفہ عرفان:

آرزوؔ کے کلام میں اگرچہ فلسفے کی شدت نہیں ہے تاہم موشگافی ضرور کرتے ہیں نیز تصوف کی چاشنی بھی ان کے اشعار میں محسوس ہوتی ہے۔

سبک هندی کے زیر اثر ان کی غزلیات میں وحدت الوجود اور عرفان وتصوف کے عناصر پائے جاتے ہیں:

دیده غافل ز جهان بود نمی دانستم شش جهت یار عیان بود نمی دانستم

این ذره نا چیز راصد دشت فزونست کونین توان گشت ولی دل نتوان شد

''وحدت الوجود'' سبک هندی کے شعراء کا پسندیدہ موضوع رہا ہے:

نسخه جامعه آدم همه شرح اسماست دیده ام آنچه دلم داشت به قاموس نبود

رهی در آشیانِ وحدتِ ما نیست کثرت را دوئی هر گاه بال افشاند هم پرواز عنقا شد

مذمت زاهد، شیخ وواعظ:

آرزو کے کلام میں زاھد خود بین وخود پرست اور ریاکاری کی پردہ دری بھی ملتی ہے اور شیخ سرکش ومغرور پر طنز بھی

اوران کے ساتھ ساتھ واعظ کو بھی تنقید کا نشانہ بنانے سے نہیں چوکتے۔فارسی ادبیات میں حافظ شیرازی کے ہاں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

شیخ صاحب خواہ مخواہ دعویٰ قرب کرتے ہیں حالانکہ تسبیح کے دانوں کی مانندان کا راستہ ابھی سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہے۔

با آرزو ای شیخ مزن لافِ تقرّب   تسبیح صفت راہ تو صد مرحلہ دارد

زاھدوں کی فطری سختی کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نباید این قدر مانند سختی بودن از زاھد   برون زن خیمہ از خود جلوہ صنع خدا بنگر

وہ زاھد کی نیت اور دلی کیفیت کی ترجمانی کیا خوب کرتے ہیں کی یہ ایسا شخص ہے جو دل میں میخانے کی آرزو رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسجد میں جاتا ہے اور جلد پلٹ آتا ہے کیونکہ دل تو میخانے میں اٹکا ہوا ہے۔

دل چیہی میخانہ کشد آرزو اورا   زاھد کہ بہ مسجد رود و زود بر آید

زاھد کے ساتھ ساتھ واعظ کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ میرا تو ذرا سا رونا کام آ گیا مگر تیرے اتنے رونے دھونے نے منبر تک کو تر نہ کیا

واعظ بہ اندک ابر شود کوہ من سبک   بسیار گریہ کردی و منبر نگشت سبز

غنائیت وموسیقیت:

آرزو کی غزل میں غنائیت اور موسیقی کا وصف بھی نمایاں ہے۔وہ اشعار میں ایسے ہم آہنگ الفاظ لاتے ہیں کہ زیروبم کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

تند و پُرشور و سرمست ز کہسار آمد   میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
نہ تنہا در برمن دل بہ شوق یار می رقصد   کہ ھمچون شعلہ شمعم بہ در دستار می رقصد
مستان عشق طاعت اگر آرزو کنند   از جوشِ تردماغی مستی وضو کنند
بادہ وصلش بہ جامم ھست و مخمورم ھنوز   سخت نزدیکم بہ رنگ سایہ و دورم ھنوز

کتابیات

1-(تلخیص عقد ثریا،13:1968 :

2-ھمیشہ بھار، 14)

3-(منتخب الاشعار، 38:1272)

4-(مقالات الشعراء، 15:1968)

5(سراج الدین علی خان آرزو ایک مطالعہ، 64:2004)

6-(احوال و آثار خان آرزو، 95:94:1987

7-دیوان آرزو

***